بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

اسلام کے معنی ہیں اپنے آپ کو پورے طور پر خدا کے سپرد کر دینا اور اپنی زندگی کو بغیر کسی پس و پیش کے احکام الٰہی کی بجا آوری کے لئے اس طرح وقف کر دینا کہ اس راہ میں خاندانی رسم و رواج یا کنبہ قبیلہ کا کوئی طور طریق۔ اپنی کوئی ذاتی خواہش یا جذبہ۔ کسی شخص یا کسی گروہ کی محبت یا ڈر حائل نہ ہو سکے، اشیا کے حسن و قبح کا معیار وہی ہو جائے جو شارع اسلام نے مقرر کر دیا ہے اور لذت و کرب یا محبت و نفرت کی کسوٹی وہی ایک چیز ہو جو اسلام نے بتا دی ہے۔ یہ ہی اسلام ہے اور یہی دینِ فطرت ہے اور زندگی کو اسی ایک قالب میں ڈھال لینے سے حقیقی امن و سکون حاصل ہوتا ہے اسی سے آخرت سنورتی اور نجات و کامرانی کے دروازے کھلتے ہیں اور اسی سے دنیوی زندگی میں سکھ اور چین آتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ	تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک پیغمبر آیا ہے جس کو
اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ	تمہاری تکلیف ناگوار ہے اور جس کو تمہاری بھلائی کی
عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ	لو لگی ہوئی ہے اور وہ مومنوں پر بڑا شفیق اور مہربان ہے

اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو صفات بیان کی گئی ہیں جن سے ضمناً یہ خود بخود معلوم ہو جاتا ہے کہ اسلام کیسا سادہ۔ آسان اور سہل مذہب ہے۔ انہی صفات کی طرف آیتِ ذیل میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ	یہ پیغمبر لوگوں کے لئے پسندیدہ چیزوں کو حلال اور
الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ	گندی چیزوں کو ان کے لئے حرام کرتا ہے ان کے بوجھ
وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ	کو اور ان بیڑیوں کو جو ان لوگوں کو جکڑے ہوئے تھیں
	ان کو ان سے دور کرتا ہے۔

یہ بیڑیاں جن میں لوگ جکڑے ہوئے تھے کیا تھیں؟ اس کا مصداق جہاں یہود اور نصاریٰ کی وہ من مانی بندشیں اور پابندیاں ہیں جو ان لوگوں نے خواہ مخواہ اپنے سر تھوپ لی تھیں ان سے مراد وہ یہودی رسم و رواج بھی ہیں جو یہود و نصاریٰ کے علاوہ دوسرے لوگوں نے کسی خاندانی یا معاشرتی عصبیت کی بنا پر اپنے ذمہ عائد کر لی ہوں کس قدر افسوس اور شرم کی بات ہے کہ یہود اور نصاریٰ کی جن من مانی باتوں پر قرآن مجید انہیں زجر و توبیخ کرتا ہے، اسی طرح کی۔ یا اسی سے ملتی جلتی چند خصلتیں ہیں جن میں مسلمان مبتلا ہو گئے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جن زنجیروں کو توڑنے کے لئے تشریف لائے تھے ہم نے آج خود آنحضرتؐ کی امت میں ہونے کے باوجود ان زنجیروں کو خوشی خوشی پہن لیا ہے اور اگرچہ اس خود آفریدہ عصبیت نے ہمارے معاشرہ کی جڑیں کھوکھلی کر دی ہیں لیکن پھر بھی ہمیں یہ جرأت نہیں ہوتی کہ ان زنجیروں سے اپنے آپ کو آزاد کر سکیں کسی ایک قوم کی بدنصیبی کی علامت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو گی کہ امن و طمانیت اور عافیت و راحت کے خزانوں کی کنجیاں اس کے قبضہ میں ہیں لیکن وہ ان سے فائدہ نہیں اٹھاتی اور در در کوکب کے جہنم میں پڑے رہنے پر قناعت کر کے بیٹھ گئی ہے۔

ذرا سوچئے! گذشتہ ماہ کے نظرات میں جس رسم بد کا ذکر کیا گیا تھا جو مسلمان اس میں مبتلا ہیں کیا وہ خود ان کے لئے اور جو مسلمان اس کی زد میں آ گئے ہیں ان کے لئے جہنم نہیں ہے! ایک مسلمان کے گھر میں لڑکی پیدا ہوتی ہے تو اس کو ابھی سے تشویش لاحق ہو جاتی ہے اور اس خیال سے کہ اس کی شادی بغیر وافر روپیہ کے ہو ہی نہیں سکتی وہ ابھی سے اپنے اخراجات کو کم کرنے شروع کر دیتا ہے خود سختی اٹھاتا ہے تنگی و ترشی سے گذر بسر کرتا ہے اپنے لئے اور اپنے متعلقین کے لئے اپنی آمدنی کے مطابق عمدہ اور صحت بخش غذاؤں کا انتظام نہیں کرتا بیماری کے علاج پر خاطر خواہ روپیہ صرف نہیں کرتا بچوں کی تعلیم کا مناسب اور بہتر انتظام نہیں کرتا اور ایک ایک پیسہ بچا کر روپیہ جوڑتا ہے، آخر وہ اس روپیہ سے بیٹی کے لئے ایک شوہر اور اپنے لئے ایک داماد خریدتا ہے اور اب دامن جھاڑ کر کھڑا ہو جاتا ہے وہ یہ سب کچھ کرتا ہے لیکن چونکہ اس کا یہ عمل دین فطرت کی تعلیم کے مخالف ہے اس بنا پر اس کا انجام نہایت برا اور خطرناک ہوتا ہے۔ ایک طرف لڑکے نے چونکہ صرف روپیہ کی خاطر شادی کی ہے اس لئے اگر بیوی حسب منشا نہیں ہے تو وہ اسی بیوی کے روپیہ سے اپنے لئے تسکین نفس کی دوسری راہیں پیدا کر لیتا ہے اور بیوی کو عمر بھر کے جلاپے کے

لئے تنہا چھوڑ دیتا ہے اور دوسری جانب چونکہ شوہر نے ایک معینہ رقم کے بدلہ میں اپنے آپ کو فروخت کیا ہے اس لئے بیوی اس کو اپنے باپ کا زرخرید سمجھتی ہے اور اس بنا پر اس کے دل میں شوہر کی وہ عظمت اور بڑائی نہیں ہوتی جو اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَی النِّسَاءِ کے ارشاد کے مطابق ہونی چاہئے تھی ایسی صورت میں ایک عام تباہی و بربادی اور ایک ہمہ گیر بدنظمی و انتشار کے سوا اور کیا نتیجہ ہو سکتا تھا۔

اس موقع پر یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اسلام کسی شخص واحد کے فعل کو صرف اس نقطۂ نظر سے نہیں دیکھتا کہ وہ ایک شخص کا فعل ہے اور اس فعل کا اثر اچھا یا برا خود اس شخص کے حق میں کیا ہوگا بلکہ وہ یہ بھی دیکھتا ہے کہ اس ایک شخص کے فعل کا اثر دوسرے لوگوں پر یا عام سوسائیٹی پر کیا پڑیگا اس بنا پر ممکن ہے کہ کوئی فعل کسی ایک شخص کے مخصوص حالات کے اعتبار سے اس کے لئے جائز اور مباح ہو لیکن سوسائیٹی پر اس کے برے اثرات پڑنے کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں اس شخص کو اس فعل سے باوجود اس کے جائز ہونے کے روکا جا سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت کا واقعہ ہے کہ ایک صحابی نے کسی عجمی کتابیہ عورت سے نکاح کر لیا اور آپ کو اطلاع ہوئی تو فوراً حکم دیا کہ طلاق دو اور فرمایا کہ اگر تم لوگ اسی طرح غیروں میں نکاح کرنے لگے تو عرب کی ان دوشیزہ لڑکیوں کا حشر کیا ہوگا؟

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد گرامی سے ان مسلمانوں کو سبق لینا چاہئے جو محض لفظی اور رسمی اباحت کی آڑ لے کر ایسے اعمال و افعال کا ارتکاب بے جھجک کرتے ہیں جن کے تمدنی اور معاشرتی اثرات سوسائیٹی پر نہایت تباہ کن اور ہلاکت انگیز ہو سکتے ہیں۔

بہرحال کسی بھی پہلو سے غور کیجئے۔ خواہ وہ دینی ہو یا دنیوی۔ اقتصادی ہو یا سماجی و معاشرتی، اپنے مفاد کے نقطۂ نظر سے ہو یا غیروں کے مفاد کے نقطۂ نظر سے۔ یہ رسم بدانتہائی جاہلانہ اور مشرکانہ ہے اور اسلامی سوسائیٹی کے جسم پر ایک ایسا پھوڑا ہے جس کے غلیظ و متعفن مادہ نے تمام جسم کو فاسد اور داغ دار بنا دیا ہے۔ آج مسلمان بحیثیت مجموعی جن تباہ حالیوں میں گرفتار ہیں کون کہہ سکتا ہے کہ منجملہ اور اسباب کے اس میں ان ہزاروں مسلمان نوجوانوں ناکدخدا لڑکیوں کے صبر کو دخل نہیں ہے جو اس شیطانی رسم کی زد میں آکر اپنے ماں باپ کے سینہ کا بوجھ بنی بیٹھی ہیں اور جو غایت شرم حیا سے آہ زیر لب کرنے کی بھی مجاز نہیں ہیں۔

فَاعْتَبِرُوْا یٰٓاُولِی الْاَبْصَارِ